تحائف حنفیہ
بر
سوالاتِ وہابیہ
۱۳۸۱ھ
مصنف
اجل العلماء افضل الفضلاء سلطان المناظرین
حضرت مولانا الحاج محمد اجمل شاہ صاحب رضوی مفتی سنبھل
ناشر
مولانا حافظ محمد اختصاص الدین اجملی
ملنے کا پتہ اجملی کتب خانہ دیا سرائے سنبھل

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

تم علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

الحمد للہ یہ روشن رسالہ جو اہلحدیث کے گیارہ ہزار روپیہ انعامی سوالوں کے جوابات میں احادیث صحیحہ پیش کر کے ملوم ہوا کہ تقلید حق کو آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت کر دیا گیا۔ یہ دعویٰ ہر ایک منصف مزاج خود ملاحظہ کر لے غیر مقلد نہیں ہو سکتا اور پھر اس کا جواب کوئی پیش نہیں کر سکے گا۔

اس کا تاریخی نام

تحائفِ حنفیہ بر سوالاتِ وہابیہ

۱۲۸۱ھ

از تصنیف لطیف

شیخ الاسلام والمسلمین امام العلماء سلطان المناظرین صدر المدرسین فخر المفتیین

حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اجمل صاحب سنی حنفی رضوی نعیمی مفتی اعظم سنبھل قدس سرہ

ناشر:

مولانا حافظ محمد اختصاص الدین اجملی خلف اصغر حضرت مصنف علیہ الرحمہ

ناظم اعلیٰ و متولی مرکزی مدرسہ اہلسنت اجمل العلوم سنبھل

قیمت [illegible] — [illegible] ایڈیشن

کے پجاریوں سے صداقت اور سچ کی کیا امید کی جا سکتی ہے۔ ہندوستان بھر میں اسی
قوم کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ یہ ہمیشہ لیے انعامی اعلانات کرتے رہتے ہیں اور آج تک
کسی کو ایک پیسہ تک دیا نہیں ہے بلکہ نہ آئندہ ان کو کوئی پیسہ دینا قبول کرے۔ بلکہ کسی مقلد
حنفی کے مقابلہ میں آنے کی ہمت بھی نہ ہوگی۔

لہذا ہم نہ ان کے انعام کی طمع میں بلکہ بعض عوام جو ان کے کذب و فریب
کا شکار ہو جاتے ہیں ان کی تسکین خاطر کے لیے اور ان ناواقف اہل حدیث کے
لیے جو ان کے دعووں کو صحیح سمجھتے ہیں ان کی رہنمائی کے لیے۔ ان کے گیارہ ہزار انعامی
سوالات کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں۔ اور ان کی بے اصل و کمزور دلائل کی حقیقت
کا اظہار مقصود ہے۔ اسی امید پر ہم یہ چند سطور سپرد قلم کرتے ہیں تاکہ ہر ذی عقل ان
کے کذب و فریب پر مطلع ہو کر ان کے جھوٹے مذہب سے بچے اور ممکن ہے کہ مولی تعالیٰ
کسی مخالف کو توبہ کی توفیق دے اور انعامی رقم دینے کی کسی میں ہمت پیدا کر دے۔

رسالہ کا آغاز عجیب ہے۔ نہایت مکر و فریب پر مبنی ہے۔ ہم اس کے لغویات
اور غیر ضروری امور کو نظر انداز کرتے ہوئے پہلے انکے مایۂ ناز
دلائل کی حقیقت آشکارا کر دیں۔ ناظرین بغور ملاحظہ کریں۔

اہلحدیث کی پہلی حدیث یوں تو ساری قوم کو اس حدیث پر ناز
ہے۔ مصنف نے بھی اپنے دلائل میں سب
سے پہلے اسی حدیث کو پیش کیا ہے۔ تو اس مایۂ ناز حدیث کو دیکھئے۔

من صلی خلف الامام فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب (از طبرانی)

یعنی جو امام کے پیچھے نماز پڑھے اس کو چاہیے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے۔

جواب اقول اولاً۔ مصنف یہ حدیث صحاح ستہ کے موجود ہوتے ہوئے
طبرانی سے کیوں نقل کر کے لایا۔ باوجودیکہ حدیث عبادہ صحاح کی ہر کتاب میں موجود
ہے تو یہ مصنف کی خود غلطی نہیں ہے اور کیا ہے۔ بلکہ اس سے اس کے صحاح ستہ پر
عمل کرنے کے دعوے کا جھوٹا اور غلط و باطل ہونا قرار دینا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

ثانیاً۔ مصنف نے اس حدیث کو بغیر اسناد کے لکھا تاکہ حدیث کے کسی راوی پر
جرح نہ ہو سکے اور ظاہر ہے کہ طبرانی ہر جگہ دستیاب نہیں ہو سکتی۔ غالباً مصنف کے
پاس بھی نہیں ہے۔ ورنہ اس کے صفحہ اور مطبع ہوتا۔ تو یہ مصنف کی بددیانتی اور
خود غرضی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

ثالثاً۔ جب یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت صحاح ستہ میں باتفاق الفاظ
مروی ہے تو صحاح کو قصداً چھوڑنا اور طبرانی جیسی کتاب سے نقل کر دینا مصنف
کی نفسانیت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اور صحاح ستہ کو ماننے کی یہ حقیقت ہے۔
مصنف اپنے اس انداز سے اپنی اندھی قوم کو فریب دے رہا ہے۔ اور وہ اس کو
مان کر اور احادیث کے انکار پر تیار ہو گئے ہیں۔ یہ ہے مذہب غیر مقلدیت کی ننگی
تصویر جس کو کوئی ذی عقل تو یاد کر نہیں سکتا۔

رابعاً۔ جب صحاح ستہ کی روایات میں خلف الامام کے الفاظ نہیں ہیں تو طبرانی
نے ان کے مقابلہ میں یہ زیادتی کس اعتماد و ثقہ پر روایت کی۔ مصنف اسکی کوئی صحیح
توجیہ پیش کرے کہ وہ اس روایت سے استدلال کر رہا ہے۔

خامساً۔ فصحاء کے کلام میں زیادتی افادہ سے خالی نہیں ہوتی۔ مصنف بتلائے
کہ اس زیادتی کا کیا فائدہ ہے۔

سادساً ۔ کیا یہ حدیث طبرانی نص قرآنی اور احادیث صحاح کو منسوخ کر سکتی ہے یا نہیں؟

سابعاً ۔ اگر منسوخ کر سکتی ہے تو مصنف معتبر دلیل سے ثابت کرے۔

ثامناً ۔ قراۃ فاتحہ کی فرضیت کیا امام کے پیچھے مقتدیوں ہی پر ہے۔ امام اور منفردوں پر نہیں۔ مصنف اگر اپنے آپ کو محدث کہتا ہے تو اپنے اس عقیدہ کو حل کرے ورنہ حدیث سے استدلال کرنے کا ارادہ ترک کرے۔

تاسعاً ۔ کیا فرضیت فاتحہ صرف اسی حدیث سے ثابت ہے اور حدیث بھی ایسی جسکو صحاح ستہ میں سے کسی کتاب نے روایت نہیں کیا۔

عاشراً ۔ جب یہ حدیث طبرانی نص قرآنی اور احادیث صحاح کو منسوخ نہیں کر سکتی تو مصنف نے اس حدیث کو کیا وجہ دیگر دلیل بنایا۔ اور ساری قوم کو اس پر کیوں فخر و ناز ہے؟

مصنّف کی دوسری حدیث

جو رسالہ کے صفحہ ۳ اصفحہ ۴ پر ہے وہ یہ ہے۔

لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف الامام (رواہ امام بیہقی فی کتاب القرآن صفحہ ۴۴)

ترجمہ۔ امام کے پیچھے جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

جواب اولاً ۔ یہ حدیث عبادہ صحیحین بلکہ صحاح ستہ میں بھی مروی ہے تو مصنف نے ان صحاح کو قصداً چھوڑ کر امام بیہقی کے کسی رسالے سے کیوں نقل کیا اگی سنن کبریٰ سے کیوں نقل نہیں کیا۔ یہ مصنف کی خود غرضی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ مصنف

بتائے کیا اسی فریب کا نام عامل بالحدیث اور اہل حدیث ہوتا ہے۔ کیا امام بیہقی کا یہ رسالہ ان کی سنن کبریٰ سے زیادہ معتبر و معتمد ہے؟

ثانیاً ۔ مصنف اگر حدیث کو سمجھتا ہے تو بتائے لاصلوٰۃ سے نفی حقیقت کی ہے یا نفی صفت کی یعنی صحت کی ہے یا فضیلت کی۔

ثالثاً ۔ مصنف یہ بھی بتائے کہ اگر فرضیت قراۃ فاتحہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب سے ثابت ہو گئی تھی تو پھر خلف الامام کس فائدہ کے لئے آیا۔ آیا یہ مطلب ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز تو بغیر فاتحہ پڑھے نہ ہوگی مگر خود امام کی اور منفردوں کی نمازیں بغیر فاتحہ کے ہی ہو جاتی ہیں۔

رابعاً ۔ مصنف اپنی پیشکردہ حدیث کا مطلب تو بتائے آیا یہ کہ جس نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی صرف وہی نماز ناجائز ہے تو اس میں کس چیز کی نفی ہے اور دلیل خصوصی کیا ہے؟

خامساً ۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس نے کبھی امام کے پیچھے فاتحہ ترک کر دی۔ تو اس کی عمر بھر کی کوئی نماز ہی صحیح نہیں سب باطل ہو گئیں۔ عمل ہی حبط ہو گئے۔ اس مطلب کا دنیا میں کون قائل ہے۔ اور وہ صحابہ کرام جو خلف الامام کے پیچھے قراۃ نہیں کی ان کی عمر بھر کی نمازیں کیا ہوئیں اور کیا پچھلی نمازیں جو تمام شرائط و آداب کے ساتھ ہوئیں انکی صحت موقوف تھی۔

سادساً ۔ فرضیت قراۃ خلف الامام میں یہ حدیث مطلق ہے یا مقید۔ عام ہے یا خاص۔ اگر مقید یا خاص ہے تو دلیل تقیید و تخصیص کیا ہے؟

سابعاً ۔ کیا اس حدیث کی صحت محض بیہقی کی تفہیم سے بطور تقلید شخصی کافی ہے

رابعاً۔ جب خود اس حدیث کے راوی ابوداؤد و امام بیہقی نے اس حدیث کو فوت کرنے کے باوجود اپنے امام کی تقلید پر عمل کرنا مقدم قرار دیا۔ مصنف کا تمام صحاح ستہ کے مقابلہ میں اسکو قابل عمل قرار دینا جہالت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

خامساً۔ جب مصنف اس قدر جاہل ہے کہ حدیث مرفوع و موقوف کے امتیاز اور مراتب سے بے خبر ہے تو اس کو حدیث پر عمل کرنے کا کیوں خبط پیدا ہو گیا ہے۔

سادساً۔ جب مصنف حدیث کے اقسام اور مراتب سے جاہل ہے تو عامل بالحدیث ہونے کا اسے سودا کیوں ہو گیا ہے۔

سابعاً۔ اس حدیث سے قراۃ فاتحہ کی فرضیت آیا بصراحۃ النص ثابت ہے یا باشارۃ النص یا باقتضاء النص۔ اور ان کی کیا کیا تعریف ہے۔

ثامناً۔ حدیث کے الفاظ الا بفاتحۃ الکتاب سے استثناء متصل مراد ہے۔ یا منفصل اور جو مراد ہے اس پر کیا دلیل ہے۔

تاسعاً۔ فانہ لاصلوۃ الحدیث کس کا بیان ہے آیا مستثنیٰ منہ کا یا مستثنیٰ کا۔

عاشراً: لاتفعلوا۔ آیا نہی کا صیغہ ہے یا نفی کا۔ اور نہی و نفی میں کیا فرق ہے اور فرضیت فاتحہ کس جملے سے مستفاد ہے ہر بات دلیل سے ہو۔

ملا علی قاری و مولوی عبدالحی: ہمارے امام نہ ہم ان کے مقلد۔ اور یہ خود مقلد امام اعظم ہیں تو مصنف نے ان کا ذکر کیوں کیا یہ اس حدیث کے عامل نہیں۔

مصنّف کی چوتھی حدیث

مصنف نے اپنے رسالے کے ص پر یہ حدیث امام بیہقی کے رسالہ

سے نقل کی اور ان کی سنن سے اس کی تفہیم پیش کی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

فلا تقرؤا بشیء من القرآن اذا جہرت الا بام القرآن	تم قرآن سے کچھ مت پڑھو۔ جب امام بالجہر پڑھے مگر الحمد شریف۔

(از رسالہ بیہقی ص ۴۲)

جواب اولاً۔ اس مسئلہ میں صحاح کی احادیث موجود ہوتے ہوئے امام بیہقی کے رسالہ سے کسی حدیث کو پیش کر دینا بددیانتی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ غیر مقلدین جو اپنے مُلّوں کی اندھی تقلید کرنے والے ہیں اس مصنف کی حرکت پر کچھ نہ کہیں تو یہ ان کی کم علمی و جہالت ہے۔ مگر اہل علم و حدیث کے جاننے والے اس کی غلطی و بے ایمانی کو خوب پہچان لیں گے۔

ثانیاً۔ جب امام جہر سے قرأت کریگا تو بحکم قرآن مقتدی کی استماع و انصات واجب ہے۔ اس حدیث سے ملکے ذریعہ فاتحہ کو واجب قرار دیدیا گیا۔ حکم خداوندی کا مقابلہ ہے یا نہیں۔ کیا مصنف کے نزدیک کتاب اللہ و حدیث میں مقابلہ بھی ایسا مقابلہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔

ثالثاً۔ کیا حدیث خبر واحد کتاب اللہ کے حکم کو منسوخ کر سکتی ہے۔ اگر کر سکتی ہے تو دلیل پیش کرے ورنہ وہ حنفی ہونے کا اعلان کرے۔

رابعاً۔ یہ حدیث وجوب فاتحہ کے لئے اگر نص ہے تو جہری نمازوں میں ہوگی تو سری نمازوں میں اس سے وجوب فاتحہ کس طرح ثابت ہے۔

خامساً۔ سری نمازوں میں بھی امام قراۃ کرتا ہے تو بحکم قرآن اسپر انصات واجب تو وجوب فاتحہ وجوب انصات کے منافی ہے یا نہیں۔

صلى الله عليه وسلم فقرأ في الصلوة فسمع قراءة فتى من الانصار فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرأۃ پڑھ رہے تھے تو آپ نے انصار کے ایک نوجوان کی قرأۃ سنی تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو۔

بیہقی کی اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ یہ آیہ کریمہ خاص اسی مسئلہ قرأۃ خلف الامام میں نازل ہوئی۔ اور آیہ نے مقتدی کو سننے اور چپ رہنے کا حکم دیا تو امام کی قرأت کے وقت مقتدی کو سننا اور چپ رہنا اس آیہ سے صراحۃً ثابت ہو گیا۔ تو اس آیہ نے مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرما دیا اور ظاہر ہے کہ جب مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھیگا تو سننا اور چپ رہنا ترک ہوتا ہے۔ اور خدا کے حکم کی نافرمانی اور مخالفت ہوتی ہے اور حدیث سے کلام اللہ کا منسوخ کرنا لازم آتا ہے اور یہ غلط و باطل ہے بلکہ خود حدیث کے خلاف ہے۔ چنانچہ دارقطنی و ابن عدی نے حضرت جابر سے روایت کیا۔

حدیث۔ كلامي لا ينسخ كلام الله وكلام الله ينسخ كلامي (از جامع صغیر مصری ص ج ۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری حدیث و کلام قرآن کو منسوخ نہیں کرتا اور کلام اللہ میرے کلام و حدیث کو منسوخ کر دیگا

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حدیث حکم قرآنی کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا جب خاص اس مسئلہ میں صریح آیہ موجود ہے تو اس کے موجود ہوتے ہوئے احادیث کو دلیل بنانا آیہ پر ایمان لانے کے منافی ہے۔ اور حدیث سے آیہ کے حکم کو منسوخ کرنا ہے اور ایسا کوئی امام کا اہلحدیث بھی ذکر کر سکے گا کہ آیت کے مقابل حدیث پر عمل کرے تو اس مسئلہ

میں آیہ کریمہ کے باوجود کسی حدیث کو کس طرح پیش کیا جائے۔ لیکن غیر مقلدین کی جہالت تمام حجت کے لئے چند احادیث بھی پیش کرتا ہوں۔

حدیث (۱) صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ و قتادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم نے فرمایا۔

ليؤمكم احدكم فاذا كبر فكبروا واذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين عن قتادة من الزيادة واذا قرأ فانصتوا فقال فحديث ابي هريرة فقال هو صحيح۔

چاہئے کہ تم میں کا ایک امامت کرے جب امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اور حضرت قتادہ سے یہ اور مروی ہے جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو۔ امام مسلم نے کہا کہ یہ صحیح ہے۔

حدیث (۲) ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کو مقتدا بنایا گیا جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تم چپ رہو۔

حدیث (۳) اذا قرأ الامام فانصتوا

جب امام قرأت کرے تم چپ رہو۔

حدیث (۴) ابن ماجہ میں ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا (ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو۔

حدیث (۵) جامع ترمذی شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،